* ڈاکٹر نسیم اختر

سرائیکی ادب پر سرئیلزم (Surrealism) کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

Abstract:

Founded by the poet André Breton in Paris in 1924, Surrealism was an artistic and literary movement. It proposed that the Enlightenment the influential 17th- and 18th-century intellectual movement that championed reason and individualism—had suppressed the superior qualities of the irrational, unconscious mind. Surrealism's goal was to liberate thought, language, and human experience from the oppressive boundaries of rationalism. With this outlook, the article aims at studying the surrealism movement in broader linguistic perspective and also tries to count its impacts on Saraiki Literature. The extensive study of the said literatures suggest that the international literary critical movement has far lesser impacts on these literatures. literature persue the truth beyond the existing realities which comes on the surface with crude bitterness; therefore, this movement ignites the usage of poetic exageration and certain fixed but juxtapository symbols to define the presented realities. The research concluded that, while Realism and Modernism have obvious and ample impacts on Saraiki Literature, yet Surrealism does not carry such vital impacts on this literature.

Keywords: *Surrealism, Literary Movement, Individualism, Human Experience, Rationalism, Linguistic, Literature, Extensive, exageration, juxtapository, Modernism*

''ڈاڈا ازم'' ادب آرٹ اور معاشرتی رویے جو زندگی کی اعلیٰ اقدار سے اخذ ہوتے ہیں ان سے انکار اور بغاوت کی تحریک تھی جو جنگ عظیم اول کے منفی اثرات کا ایک چھوٹا سا ردِعمل تھا۔ جس میں معاشرے کے حساس طبقے کا اپنے آپ پر سے اور گرد و پیش سے اعتماد اٹھ گیا تھا۔ جنگ عظیم اول کے بعد جب جنگ عظیم دوم کی پیشن گوئیاں ہونے لگیں تو معاشرے کا حساس طبقہ زندگی سے فرار کی راہ ڈھونڈنے لگا۔ معاشرتی اقدار اور ثقافت جہاں اس کی جڑیں تھیں وہاں سے دور موجود سے پہلے کی حقیقت یا خواب کے اصل یا دوسرے لفظوں میں ماورائے حقیقت کے تصور میں پناہ گزیں ہوئی۔ اس طرز کا چلن فرانس میں اور ایسے علاقوں میں زیادہ ہوا جہاں لوگ ثقافت سے اور ثقافتی عوامل سے اپنا رشتہ توڑ چکے تھے۔ پھر دوسری خاص وجہ یہ تھی کہ جہاں جہاں ڈاڈازم کے اثرات تھے یا پھر اس تحریک سے وابستہ لوگ موجود تھے ان میں کھلبلی زیادہ ہوئی۔ مسلسل حرکت سے منسلک شخص باعمل رہنا چاہتا ہے اور وہ تنوع کا خواہاں بھی ہوتا ہے۔ جب ماورائے حقیقت کا رجحان بڑھنے لگا تو ''ڈاڈا ازم'' سے وابستہ اہم رُکن آندرے بریتون (Andre Breton) نے اپنی تحریک سے 1922ء میں الگ ہونے کا اعلان کر دیا۔ جو ''سرئیلزم'' کا اعلان تھا۔

سرئیلزم کی تحریک دراصل رومانی اور ثقافتی رشتوں سے آزادی کی تحریک تھی جس میں ہر خیال، نظریے اور قصد کو ماورائے حقیقت انداز میں پیش کیا گیا۔ یعنی خواب کی مدہم کیفیت کی حقیقت کو پیش کرنا۔ ماورائے حقیقت کی اصطلاح سب سے پہلے جیولیئم اپولنئر (Guillaume Appolinaire: 1818-1980) نے متعارف کرائی، مگر اس خیال کو اجتماعی طور پر ایک تحریک کی صورت میں اندرے بریتون نے استعمال کیا۔ اگر اس نظریے کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ فرائیڈ کے نظریہ ''تحلیل نفسی'' کا ایک قلیل میعادی تسلسل لگتا ہے۔ جبکہ افلاطون کے خیال ''اصل کی نقل'' یعنی دنیا اور دنیا میں جو کچھ موجود ہے اور عملی طور پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس حقیقت یا اصل کی نقل ہے جو کہیں دور موجود ہے۔ سرئیلزم میں اس حقیقت کو پانے اور اس تک پہنچنے کی انفرای گروہی کوشش تھی۔ سرئیلزم کی تعریف میں آندرے بریتون کا حوالہ دیتے ہوئے غفور شاہ قاسم لکھتے ہیں:

''سرئیلزم اپنی خالص حالت میں ایک نفسیاتی خود اختیاریت ہے جس کا اظہار زبانی تحریری لفظ کی صورت یا کسی اور طریقے سے ہو سکے کہ خیال کا حقیقی منصب اپنا اظہار پا سکے مگر جس کی قیادت خیال کرے اور عقل و ادراک کے باب میں کنٹرول معدوم رہے مزید یہ کہ جمالیاتی یا اخلاقی تعلق سے مستثنیٰ یعنی عقل و معقولیت کا شعوری ارادہ کسی بھی تخلیقی عمل سے مائل نہ ہو۔''(1)

اس تحریک کا نعرہ ''تحت الشعور میں ڈوب کر فن کی تخلیق کرنا تھا''، ادب میں خیال کے بعد شعور کی باؤنڈری یا حد ہوتی ہے جہاں پر اخلاقیات، جمالیات اور لفظیات بمطابق ہیئت و موضوع برتے

جاتے ہیں نہ کہ تخیل کو جیسا ہے بیان کر دیا جائے۔ کیونکہ تخیل کی تصویر گری لفظوں، رنگوں اور لکیروں کی مرہون منت ہوتی ہے لیکن تحت الشعور سے فن کی تخلیق میں شعور کی حد سے پیچھے کی بات کی جاتی ہے جس میں ارادہ تو شامل ہوتا ہے مگر ارادے کا ادراک اور شعور پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔

سرئیلزم تحریک نے جہاں ادب و مصوری کو متاثر کیا وہاں جمالیات کو نئے زاویے دیئے جس میں ادب و آرٹ کی ظاہری شکل میں داخل اور خیال کے نقطہ آغاز کو متشکل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تخیل کی رنگوں سے صورت گری کرنا اور لفظوں کو کسی ادبی ہیئت کا جامہ پہنانا مگر اس انداز میں کہ وہ تخیل اب ابھرنے سے پہلے تحت الشعور میں تھا اور اس کے Super Realism تصور کو تلاش کر کے اس کی اصل کو بیان کرنا، آزاد نفسیاتی عمل کے تحت نگارشات پیش کرنا۔ اس بارے میں ڈاکٹر انور سدید ہربرٹ ریڈ (Herbert Read) کی کتاب ''Art Now'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہربرٹ ریڈ نے اسے ایک ایسی تحریک قرار دیا جو تخلیق کا زاویہ مشاہدے کی بجائے وجدان، تجزیے کے بجائے ادغام اور حقیقت کی بجائے تمثال کی طرف موڑ دیتی ہے۔''(2)

جب ایک تحریک کے متحرک رکن کسی نظریاتی تبدیلی کا شکار ہوتے ہیں تو تحریک و نظریات تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسی ہی بدنظمی اس تحریک میں بھی پیدا ہوئی اور اس کے اہم متحرک رکن لوئی آراگان اور فلپ سوپول کے نظریات لاشعور سے شعور کی طرف لوٹ گئے اور انھوں نے مارکسی نظریات کو قبول کر کے اسی کا پرچار کیا اور اسی پر عمل پیرا ہوئے۔ حالانکہ اس تحریک سے وابستگان نے اپنا باقاعدہ ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا۔ انھیں مصوری کے مافوق الفطرت تصورات کی صورت گری پر ایوارڈز بھی ملے مگر یہ تحریک بہت جلد بدنظمی اور بے ترتیبی کا شکار ہو گئی۔

سرئیلزم کی تحریک بغاوت پر مبنی تحریک تھی جو بہت دیر پا ثابت نہ ہوئی لیکن یہ تحریک جب تک زندہ رہی اس نے ادب و آرٹ میں اسلوبیاتی انداز میں بھرپور حصہ داری کی۔ دیگر مغربی تحریکوں کی طرح جب سرئیلزم کے اثرات برصغیر تک پہنچے تو پہلے اردو ادب پر پڑے۔ اردو ادب میں اس تحریک کے نقوش پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر شکیل پتافی لکھتے ہیں:

> ''مغربی رجحانات برصغیر منتقل ہوئے تو سرئیلزم کے نقوش بھی اردو ادب میں عود کر آئے۔ اس سلسلے میں میرا جی اور ن م راشد بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے سرئیلی نظریات کے زیر اثر لاشعوری احساسات کو بلا شرکت غیرے اشعار میں ڈھالنے کی سعی کی ... راشد نے سرئیلی نظریات کی پیروی میں عصر حاضر کے جذباتی مسائل کو صرف نئی علامتوں میں ہی ظاہر نہیں کیا بلکہ احساس کی شدت کو پوری بے باکی کے ساتھ واضح کیا جس میں زندگی کی رعنائیاں ایک زندہ حقیقت

کے روپ میں ابھر کر سامنے آئیں۔''(3)

ڈاکٹر شکیل پتافی میرا جی کو اردو ادب میں سرئیلی تحریک کا علمبردار گردانتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ میرا جی نے تخیل کو وجود بنانے کے لیے لفظی انفرادیت کا حامل علامتی نظام متعارف کیا۔ اردو نظم کو نیا علامتی نظام دے کر شعری رنگوں میں اضافے کا باعث بنا اور امتیازی خصوصیت کی بنا پر اردو علامتی شاعری کا علمبردار ٹھہرا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا اردو شاعری میں سمبلزم کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اس سلسلہ میں میرا جی کی حیثیت ایک سنگِ میل کی سی ہے کیونکہ اس شاعر ہی نے پہلی بار اردو نظم کو داخلی کیفیات کے اظہار کے لیے وقف کر لیا اور اپنی ذات کی پنہائیوں میں ڈوب کر انکشاف و عرفان کی ایک ایسی صورت پیدا کی کہ نظم میں نہ صرف فرد کی اپنی ذات پوری شدت اور توانائی کے ساتھ منعکس ہونے لگی بلکہ فرد کا وہ نسلی ورثہ بھی ابھر آیا جو مذہب کی بجائے کلچر سے وابستہ تھا اور دراصل فرد کی رگ رگ میں خونِ گرم بن کر رواں دواں تھا۔ اس نسلی ورثے کے اظہار کے لیے نیز ذات کی تہہ در تہہ کیفیات کی عکاسی کی خاطر میرا جی نے علامتوں کی شاعری کی اور اردو نظم میں علامت پسندی کی ایک نئی روایت کو قائم کیا۔''(4)

اردو ادب میں ن م راشد کے علاوہ میرا جی، مجاز، جاں نثار اختر، ساحر لدھیانوی اور علی سردار جعفری کی شاعری میں سرئیلی نظریات کی چھاپ ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ ساحر لدھیانوی کی شاعری سے ایک مثال ملاحظہ ہو:

گزشتہ جنگ میں گھر ہی جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ تنہائیاں بھی جل جائیں
گزشتہ جنگ میں پیکر جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ پرچھائیاں بھی جل جائیں(5)

تخیل کو وجود بنا کر پیش کرنا کہ اسے علامتوں کی محتاجی کم سے کم رہے اور ادراک و روایت اس کے لیے رکاوٹ نہ بنے۔ نظم ''ابولہب کی شادی'' سے ن م راشد کی شعری مثال دیکھیے:

بھڑک اٹھے یوں غضب کے شعلے
کہ جیسے ننگے بدن پر جابر کے تازیانے
جواں لڑکوں کی تالیاں تھیں، نہ صحن میں شوخ
لڑکیوں کے تھرکتے پاؤں تھرک رہے تھے!(6)

علاقائی زبانوں میں سرائیکی زبان ایسی وسیع اور ضخیم زبان ہے کہ جس میں تقریباً تمام شعری رجحان جو مغرب میں ابھرے پائے جاتے ہیں۔ وہ رجحان جو اردو کے ذریعے سرائیکی شاعری کا سنگھار بنے۔ ان میں سرئیلی تحریک کے اثرات بھی شامل ہیں۔ چند سرائیکی شعراء جنھوں نے ن م راشد، میرا جی، ساحر لدھیانوی، جاں نثار اختر سے ہیئت کے نئے تجربات سے حظ اٹھایا مگر ان کا موضوع یا نفس مضمون اپنا ہے۔ یعنی چند سرائیکی شعراء نے متذکرہ بالا شعراء کی زمین پر لکھا، انداز کو اپنایا مگر اپنی لفظیات اور زمینی مسائل کے ساتھ متصل رہے۔ ان سرائیکی شعراء میں سعید اختر، عاشق بزدار، مغموم، اشولال فقیر، رفعت عباس وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی شاعری کے چند خانوں میں سرئیلی تحریک کے واضح نشانات ونظریات موجود ہیں۔ جن میں تحت الشعور میں پیدا ہونے والے حقیقی خیالات کی عکاسی پائی جاتی ہے مگر ڈاڈا ازم کی طرح سرئیلزم کے واضح اثرات جو تسلسل و تواتر کے غماز ہوں بہت کم ہیں۔ سرائیکی شاعری میں رجحان کی صورت میں سرئیلزم اثرات شروع ہوتے ہیں اور حقیقت نگاری پر ختم ہو جاتے ہیں۔ سعید اختر کی شاعری سے ایک مثال ملاحظہ ہو:

کہ تیئں اَکھیاں لِسیاں رکھسوں
ہنجواں نال نہ دھوسوں
کہ تیئں ہاں تے پتھر رکھسوں
کہ توڑیں نہ روسوں
کہ تائیں اپنْی دنیا دے وچ
آپ کوں آپ نہ مِلسوں
اَج تاں رَج کے نچوں، گاووں
اَج تاں رج کے کِھلوں
اَج تاں اپنْے اندروں نِکلوں
اَج تاں آپ کوں مِلوں (7)

نظم: کتھارس

اس نظم میں سعید اختر تحت الشعوری خواب کی کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے جہاں روک ٹوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں سوال نہیں ہے صرف اظہار ہے وہ بھی آزاد نظم کی صورت، جس میں لفظی و جمالیاتی عناصر کا منفرد اسلوب پڑھنے یا سننے والے میں سوال پیدا کرتا ہے مگر تخیل اظہار پا چکا ہے جو سرئیلزم رجحان وتحریک کا اہم وصف ہے:

''سرریلسٹ مصوروں اور شاعروں کا عالم خواب میں پناہ حاصل کرنا کئی مطالب کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی فنی عمل پر شعور کی گرفت سے انکار،

اشکالِ فطرت کی غارت گری اور ایک نسبتاً آزاد فضا جو غیر متوقع طور پر موجِ خیال کی پیروی کے لیے موزوں ہو۔ سرریلسٹ نقطہ نظر سے فن میں تحت الشعوری رشتوں کا اتفاقی عمل اور خوابوں کی قدرت متعلقہ کا اظہار بنیادی حیثیت رکھتا ہے اپنے مخصوص تخیلی اسلوب کی بنا پر سرئیلزم ایسا فنی عمل ہے جس کا بیشتر انحصار حسن نزاکت پر ہے۔"(8)

اگر چہ اس وقت سرئیلی تحریک روایتی طور پر ختم ہو چکی ہے مگر کسی بھی ادبی تحریک کے ختم ہونے پر اس کے اثرات رجحان کی صورت میں کچھ مقامات پر اور کچھ گروہوں میں اپنا وجود باقی رکھتے ہیں۔ پھر مخصوص نظریات ایک دفعہ ادب و آرٹ کی تاریخ بن جانے کے بعد متعلقہ تحریک کے نقوش بہت سارے اذہان پر نقش ہو جاتے ہیں۔ جنھیں وہ نفسیاتی طور پر قبول کر لیتے ہیں اور ان رجحانات کا سفر بہت آہستہ روی سے جاری رہتا ہے۔ جو عموماً دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک نگارشات کی صورت میں دوسرا نظریات کے منتقل ہونے کے مائل اثراتی سفر سے، جو آہستہ آہستہ چلتا رہتا ہے۔ کیونکہ ادب میں ایک دفعہ نئے نظریات کا رجحان (Trend) جنم لے چکے تو کسی نہ کسی صورت میں کسی حد تک جاری رہتا ہے۔

جس طرح عربی زبان و ادب میں مرثیے کی ابتدا اور رجحان نے طلوع اسلام سے پہلے جنم لیا جو ایک روایت کی صورت مختلف ہیئتوں میں قائم رہا۔ صدیوں پہلے واقعہ کربلا ہوا تو یہ روایت و رجحان سے ایک ایسی موضوعاتی و ہیئتی تحریک میں تبدیل ہوا جس کا چلن عربی، لاطینی، یونانی، فارسی، ترکی، اردو، ہندی، سندھی، سرائیکی، پنجابی، پشتو، پہاڑی، پوٹھوہاری وغیرہ یہاں تک کہ چھوٹی بڑی ستانوے زبانوں میں آج تک جاری ہے۔ جس پر تحقیق و تنقید کے کئی رجسٹر ختم ہوئے مگر مرثیہ لکھنے کا رجحان اپنی ہیئت، موضوع اور کرداروں سمیت آج ایک ادبی تحریک کی رو میں بہتا چلا جا رہا ہے۔ اسی طرح سرئیلزم خواہ جغرافیائی لحاظ سے کہیں دور اجنبی معاشرت و زمین میں جنمی۔ ایک اجنبی زبان و منفرد ہیئت میں نمو پذیر ہوئی، نشوونما پائی، گردش میں رہی اور روایتی انداز میں ظاہری طور پر ختم بھی ہوئی مگر اس کا وجود بلکہ موجود ادب و آرٹ میں ایک خفیف رجحان کی صورت موجود ہے۔ نظریات کی مسافت اور یکساں ذہنی و ظاہری حالات سرئیلزم کے رجحانات کے لیے حیاتِ نو کا باعث بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرائیکی ادب میں اس کے ہیولاتی نشانات اس کی نیم خوابی کیفیت کے ساتھ ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں:

کتنڑ وی ہک ایہو جیہاں
اوکھا کم ء
جیکر روز کتیجے
تاں ایں تن دیاں ساریاں تندوں

ہولیں ہولیں

ہک مٹھ سُتر دا گوڑھا تھیندن

جانہیں تھیند یاں؟

توڈس کا کا(9) (نظم: استاد فدا حسین)

ایک اور مثال ملاحظہ ہو جو ایک ذہنی حظ اور خوابی ہیولا کا ردِعمل معلوم ہوتا ہے:

کُنگر دے ناں

اوندے رِچھ دے ناں

اوندی گُلی دے ناں

رستہ بھُلی دے ناں(10) (انتساب)

سرئیلی تحریک کے نقوش سرائیکی نثر میں اب بھی خال خال پائے جاتے ہیں۔ اس میں خاص طور پر علامتی افسانہ یا علامتی ناول ایک ایسی صنف و ہیئت ہے جس میں ماورائے حقیقت کا بیان یا خود کلامی کی صورت میں جا بجا تحت الشعور میں ڈوبنے کی کیفیت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ عامر فہیم کے افسانے سے ایک مثال:

''جڈݨ دا میں مال''اِڈے اُڈے'' کرݨ دا کم شروع کیتے ......فکریں وچ وادھا تھئے ...... کُجھ مُک گئی ہے ......نوٹیں تے پیر رکھ ٹُرداں ...... پتہ نہیں کِتھوں اے کرڑی ...... میڈے دماغ تے نہو پوڑ بہہ گئی ہے ...... کوجھی قہر دی...... خیال اَمدئیں سیت رُوپھرݨ پئے ویندے ...... جیہڑے ویلے اندر ڈیکھو......آپݨی پہلی بہار اکھیں نال تکی بیٹھی ہوندی ہے۔ کہیں کہیں ویلھے تاں اے محسوس تھیندے جوائے ...... اندھی تھیندی ویندی ہے ...... تے پچُھ دا پھڑکݨ تاں ودھدا ویندے۔''(11) (افسانہ: پنجواں زاویہ)

اس خود کلامی میں وہی تحت الشعور کی صدا پر افسانہ نویس علامت اور الوحی نظام کو اپناتے ہوئے ایک ایسی سٹوری کی طرف لے جانا چاہ رہا ہے جس کے ساتھ اس کا تال میل کہیں دور خوابی کیفیت میں ہوا۔ مگر وہ حقیقت، ادراک اور شعور پر اجنبی زمینوں میں ہونے والے ادراک، کردار، ماحول اور کیفیات کو کاغذ اور قلم کے سپرد کر کے ادب کا حصہ بنا رہا ہے۔

تحت الشعور کی اس کیفیت میں قاری افسانہ نویس کی پرواز کے ساتھ اُڑان میں بہت دقتوں کا سامنا کرتا ہے۔ شعور کا لاشعور کی سرحد کو پار کرنا قاری کی آزمایش سے کم نہیں۔ مگر تحت الشعور کے اس عالم میں خود کلامی ایک ایسا خاصا ہے جو لکھاری کا ہتھیار ہے مگر قاری اور تجزیہ نگار کے لیے ایک اوکھا

پندھ '(مشکل راستہ) ہے جسے اس نے پار کرنا ہے۔

اس کیفیت کی ایک مثال اسماعیل احمدانی کے ناول ''چھولیاں'' سے لی جا سکتی ہے۔ تعارفی کلمات ملاحظہ ہوں، مصنف لکھتا ہے:

اینکوں کیا آکھسو......؟؟

علامت سازی......؟؟

تخیل پروازی......؟؟

سمبل ازم......؟؟

فنٹاسی......؟؟

سمبالک فنٹاسی......؟؟

اجھو! اے حاضر اے!!

''چھولیاں''!

جنہاں تے وسیب دے دھرتی واسیاں دی جِندڑی دی بیڑی

ویندی تر دی لڑھدی اتے اگوں تے ودھدی اے''(12)

یہاں خود کلامی، خوابی مناظر، خواہشوں کے ہیولاتی طوفان، طلسماتی حقیقتوں کے انبار، اسطور کی باراتیں، لفظیاتی ہجوم یہ سب مل کر سرئیلزم کی نظریاتی وفکری عکاسی ہیں۔ جہاں تک پہنچنے کے لیے عام قاری کو کئی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔

سرئیلزم یا تحتِ حقیقت پسندی کا تحقیقی مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اُردو اور سرائیکی ادب پر اس عالمی ادبی فکری تحریک کے اثرات بہت کم ہیں۔ جہاں حقیقت سے ماورا حقیقت کی تلاش کی جاتی ہے تو حقیقت تلخی سے آمیز ہو کر سامنے آتی ہے۔ اس میں شاعرانہ تعلّی بھی موجود ہے مگر اس میں کہیں کہیں علامتیں بھی برتی گئی ہیں تا کہ پیش حقیقت کو بیان کیا جا سکے۔ مگر سرائیکی ادب اور اُردو ادب میں حقیقت نگاری اور ترقی پسندی کے جتنے واضح اور کثیر اثرات موجود ہیں، اُس طرح سے سرئیلزم کے اثرات بہت واضح اور بھرپور نہیں ہیں۔

References:

* Assistant Professor, BZU. Multan.

1. Ghafoor Shah Qasim. Pakistani Adab, Shanakht ki Nisf Sdi, (Rawalpindi: Raiz Publications,2000)37.
2. Anwar Sadid, Dr. Urdu Adab ki Thrikin (Karachi: Anjuman Taraqqi Urdu, 2013)100.
3. Shakeel Ptafi, Dr. Urdu Adab aur Maghribi Rujhanaat (Lahore : Urdu Sukhan, April 2016) 69.
4. Wazeer Agha, Dr, " Shairi mein Simblism ki Tehreek" Mashmoola, Mah-e-No, 40 Sala Mukhzan, (Lahore: Ghulam Ali and Sons, 1987)257.
5. Sahir Ludhyanwi. Talkhiyan (Lahore: Saad Publications, 1999)154.
6. Noon Meem Rashid. Kuliyat-e-Rashid (Lahore: Mawra Publishers, 2012) 268.
7. Saeed Akhtar. Wisaakh (Lahore: Dost Associate, January 2000)74.
8. Ghafoor Shah Qasim. Pakistani Adab, Shanakht ki Nisf Sdi, 38.
9. Ishu Laal Faqeer. Chairu Hth na Murli (Lahore: Sanjh, January 2007)107.
10. As Above, 1.
11. Aamir Fahim. Jagdi Akh da Khawab (D.G.Khan: Al-Kamal Ashaati Idaara, November 1978)69-70.
12. Muhammad Ismael Ahmadani. Choliyan (Lahore : Sangat Publications, 1983)28.